خیابان بہار، ۲۰۲۴ء

اُردو افسانے میں مغربی تہذیب کی عکاسی کی ابتدائی روایت کا پس منظر

ڈاکٹر محمد نعیم، شعبہ اُردو، ایڈورڈز کالج پشاور
بہار علی، شعبہ اُردو، ایڈورڈز کالج پشاور

ABSTRACT

In the early days of Urdu fiction, along with the Eastern environment and civilization, there was also a reflection of Western civilization. Prem Chand, Sajjad Haider Yaldram and Sultan Haider Josh were the first to introduce the effects of Western civilization. Urdu fiction has a special background undoubtedly came to light after the access of European and English nations to Indian territories.

کلیدی الفاظ: اُردو، افسانہ، مغربی تہذیب، مرعوبیت، ابتدائی، پریم چند، سجاد حیدر یلدرم، سلطان حیدر جوش، تقلید

اُردو افسانے کے مطالعے سے یہ دونوں حقائق سامنے آتے ہیں کہ ایک تو اس میں غالب سطح پر مشرقی یا مقامی ماحول اور تہذیب کی عکاسی ہوئی تو ساتھ ہی مغربی تہذیب کی عکاسی کو بھی افسانوں کا حصہ بنایا گیا۔ جب کہ دوسری حقیقت کے طور پر اُردو افسانے کے پیش رو پریم چند، سجاد حیدر یلدرم اور سلطان حیدر جوش ہی وہ افسانہ نگار تھے جنھوں نے افسانوں میں سب سے پہلے مقامی ماحول کے ساتھ مغربی تہذیب کے بڑھتے رجحان کے باعث اس کی بھی عکاسی کی۔ اُردو افسانے میں مغربی تہذیب کی عکاسی پیش کرنے والے ان افسانوں کا ایک خاص پس منظر ہے۔ یہ پس منظر بلا شک و شبہ ہندوستانی خطوں تک یورپی اور انگریز اقوام کی رسائی کے بعد سامنے آیا۔

اس تہذیبی ارتقا کے ضمن میں پہلی آمد تو ۱۴۹۷ء میں واسکوڈے گاما ہی کی ہے، جس کے توسط سے پرتگال نے ہندوستان کے ساتھ تجارتی روابط شروع کیے۔ پھر ایک وقت آیا کہ ہالینڈ نے تجارتی فائدے اور ہندوستان کی اہمیت کی طرف توجہ کی۔

"اب ولندیزوں نے پُرتگیزوں کے مقبوضات پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ مشرقی تجارت پر اب پُرتگیزوں کی جگہ ولندیزوں کا قبضہ تھا۔ ڈنمارک نے بھی تقدیر آزمائی کی۔ انگریز اور فرانسیسی بھی میدان میں اتر پڑے۔"(۱)

لیکن ہندوستانی ماحول کو ٹھوس سطح پر یہ تہذیبی اثرات عطا کرنے والے پُرتگیز اور ولندیز نہ تھے بلکہ کسی حد تک فرانسیسی اور اصلاً انگلستانی انگریز تھے، جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے قیام سے لے کر تقسیم ہند سے کچھ عرصے پہلے تک اس خطے کے قیمتی وسائل و نوادرات کی لوٹ کھسوٹ میں مصروف رہے۔

"اس میں شک نہیں کہ مغربی تہذیب گزشتہ چند صدیوں میں یورپ ہی سے نکل کر ساری دنیا میں پھیلی ہے۔"(۲)

یورپی اقوام کی ہمارے خطوں تک رسائی سے ہی ان تہذیبی آثار کو یہاں ظاہر ہونے کا موقع فراہم ہوا۔

"مغربی تہذیب جو گزشتہ تین سو سال میں یورپ میں پیدا ہوئی، اور جس کی بنیاد عقلیت، مادیت اور سائنسی ترقی پر ہے۔۔۔ اسی زمانہ میں یورپ میں سائنسی ترقی کا آغاز ہوا۔(۳)

ایسٹ انڈیا کمپنی جسے برطانیہ کی ملکہ الزبتھ کی طرف سے ہندوستان کے ساتھ تجارت کی اجازت حاصل ہو گئی تھی۔ اس کمپنی کا پہلا جہاز ۱۶۰۱ء میں وہاں سے ہندوستان کے ساتھ بغرض تجارت چل پڑا۔ پھر یہی سلسلہ تھا جس کے مطابق محض دو سال کے اندر جہانگیر کے زمانے میں سورت کے ساحل پر انہیں چوکی قائم کرنے کی اجازت ہوئی۔

"یہ شہر دو کوس کے فاصلہ پر مشرق کی جانب ہے جہاں انگریزوں نے جہازوں کو لنگر انداز کرنے کے لیے ایک جگہ بنائی ہے جو کہ سوالی کہلاتی ہے"(۴)۔

یوں سفارت لانے کی اجازت ملی اور کوتاہی یہ کہ کمپنی کو ہندوستانی ملازموں کو سزا دینے کا اختیار دیا گیا۔ برطانیہ کے ایلچی تھامس رو کو جہانگیر کے ہندوستان کے ساتھ معاہدے اور بعد میں بنگال میں شاہ جہان کی اجازت پر پہلی فیکٹری اور مدراس میں تجارت کی اجازت کی دیر تھی کہ یہیں سے انگریزوں کی سوت، نیل، پوٹاشیم نائٹریٹ اور چائے کی تجارت کے روپ میں لوٹ مار شروع ہو گئی۔ کیونکہ ہزاروں گھوڑوں، ہاتھیوں، چیتوں، سیکڑوں تولے سونے، منوں وزن چاندی اور

جواہرات جسے اکبر نے ترکے کے طور پر چھوڑا اور ہندوستان کی زرخیز زمینوں اور معدنیات کے ساتھ یہ دیکھنا کہ یہ ملک ان کے ملک سے بیس گنا بڑا اور امیر ترین ہے، ان کے لیے سونے کی چڑیا تھا۔ جسے ہوشیاری اور مکاری کے ساتھ جغرافیائی اور سیاسی امور میں بالادستی حاصل کر کے ہی اس کے نوادرات کو لُوٹا جا سکتا تھا۔

ہندوستان میں انگریز نے یوں تو سیاسی چالوں سے اپنی آمد کے پہلے دن ہی سے پنجے گاڑ دیے تھے، لیکن ۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی نے ہندوستان پر حکومت کرنے کے خواب کو مستحکم کر دیا تھا۔ کلکتہ سے ستر میل دور قاسم بازار کے قریب پلاسی کی یہ جنگ دراصل نواب آف بنگال سراج الدولہ اور انگریز جرنیل کلائیو کے درمیان تھی۔

"اس جنگ میں میر جعفر جنگ کے دوران انگریزوں سے جاملا۔"(۵)

علی وردی خان کے بہنوئی میر جعفر کی نواب سراج الدولہ کے ساتھ بے وفائی ہندوستان کی تاریخ کا ایک سیاہ دھبہ ہے۔ انہیں وفاداریوں کا نتیجہ تھا کہ انگریزوں نے سارے بنگال پر تسلط حاصل کر لیا تھا۔ اگرچہ بعد ازاں میر جعفر ہی کے داماد میر قاسم نے انگریزوں کے ساتھ اختلافات کی بنا پر مزاحمت کی لیکن:

"انگریزوں نے اسے برطرف کر کے اس کی جگہ دوبارہ میر جعفر کی تقرری کا اعلان کر دیا"(۶)

میر قاسم اور شجاع الدولہ کی انگریزی چالوں کے آگے ناکامیوں کا حال تاریخ کا حصہ ہے۔ انہیں حالات کے نتیجے میں ہندوستانی نوابین اور وزرا انگریزوں کی سازشوں اور اپنے مشیروں وزیروں کی بے وفائیوں سے کمزور ہو کر اپنی املاک اور جائیداد سے محروم ہو گئے۔ انگریزوں کی پے در پے کامیابیوں اور تسلط کی وجہ سے ہندوستان کی ریاستیں ان کے ساتھ معاہدوں پر مجبور ہو گئیں۔ بھرت پور، جے پور، اودھے پور، جودھ پور، بیکانیر کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ہندوستانی امرا زیر ہو کر اپنی ہی زمین پر انگریزوں کے وظیفہ خوار بن گئے۔ شاہ عالم ثانی، اکبر شاہ ثانی، بہادر شاہ ظفر وظیفہ خوار بادشاہ بن کر لال قلعے تک محدود ہو گئے۔ "۱۸۳۰ء تک کمپنی کے سکوں پر مغل بادشاہ کا نام کندہ ہوتا رہا۔ اس کے بعد یہ تکلف بھی ختم ہوا اور سکوں پر انگریز شہنشاہوں کی شبیہیں نظر آنے لگیں۔"(۷) چنانچہ اُنسویں صدی کا ہندوستان حاکم و محکوم کے ایک نئے معنی کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ ایک طرف تو جغرافیائی لحاظ سے کئی علاقوں کو زیر کر کے ان کا انتظام اور آمدن

اپنے لیے مختص کر دیا گیا۔ جب کہ دوسری طرف یہاں سے خام مال اور نوادرات و جواہرات کی ترسیل تیزی سے جاری رکھی۔ بعض مؤرخین کی آرامیں تو ہندوستان کی تجارت اور خام مال سے پیدا کیا جانے والا پیسہ ہی انگلستان کی صنعتی ترقی اور انقلاب کا باعث بنا۔ بہر حال ہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ یہی وہ دور ہے جس میں یورپ کی ترقی اور صنعتی انقلاب نے ہندوستانی عوام کی آنکھیں خیرہ کیں۔

"۱۷۶۰ء میں فلائنگ شٹل ایجاد ہوئی، ۱۷۶۴ء میں اسپنگ بنی، ۱۷۶۸ء میں دخانی انجن، ۱۷۷۶ء میں دھاگہ بٹنے کی مشین جسے میول کہتے ہیں۔ ۱۷۸۵ء میں پاور لوم۔ ان ساری ایجادات کا براہِ راست ان کی معاشیات پر یہ اثر پڑا کہ وہاں کی اقتصادیات تاجرانہ سرمایہ داری سے جس کی نمائندگی ایسٹ انڈیا کمپنی کرتی تھی صنعتی سرمایہ داری کی طرف مڑ گئی۔"(۸)

یورپ کی صنعتی ترقی کے اس بڑھتے رجحان نے ہندوستانی عوام کو مرعوب کرتے ہوئے احساس کمتری میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس بڑھتے اثر و رسوخ کے ساتھ انگریزوں کو جدید طرز پر مغربی علوم کی تدریس کے لیے بھی اقدامات کرنے پڑے۔ ہندوستان میں اس مغربی طرزِ تعلیم کو رد کرنے والے اور خوش آئند قرار دینے والے ملے جُلے گروہ اُبھرتے رہے۔ سرسید اور اکبر الہ آبادی کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ "انگریزی حکومت کے سایۂ عاطفت یہی خیالات جدید مغربی علوم کے خوش نما لباس میں ہندوستان میں وارد ہوئے اور یہاں کی معاشرتی زندگی بھی ان سے متاثر ہونے لگی۔"(۹) طرزِ تعلیم اور علوم و فنون کی تدریس میں وسعت دکھانے کے ساتھ لگے ہاتھوں تبلیغی و مشنری امور کی طرف بھی توجہ کی گئی اور ہندوستان کی سرزمین پر مسیحیت کی تبلیغ کا سلسلہ بھی چلنے لگا۔ ظاہر ہے انگریز قوم کی حاکمیت کے اثرات تھے کہ تعلیمی اور تبلیغی امور پہلے تو تجارتی گروہ کے ذمے تھے لیکن بعد میں یہ حاکمانہ گروہ کے ذمہ میں آ گئے، جس نے ہندوستان کے لیے مغربی فلسفے کی بنیاد پر تعلیمی پالیسی وضع کی۔

"تاجرانہ رویے کی جگہ حاکمانہ رویے نے لے لی چنانچہ جب لارڈ ولیم ہنٹنگ اور لارڈ مکالے ہندوستان کی تعلیمی پالیسی کے مباحثے میں انگریز مستشرقین کو شکست دے کر اپنی پالیسی پر کاربند ہوئے تو انھوں نے ہندوستان کے مذہب اور کلچر کے احترام کو بالائے طاق رکھ دیا۔ انہوں نے ہندوستانیوں کو کفار اور ان کے مذہبی ادب کو خرافات سے تعبیر

کیا اور انگریزی زبان و ادب کی حمایت بس میں اس قدر رطب اللساں ہوئے کہ صرف اسی کو دنیا کی تمام روشن خیالیوں کی کنجی قرار دیا۔"(۱۰)

ہندوستان پر انگریزوں کی گرفت مضبوط ہونے کے حوالے سے:

"یہ امر خاص طور پر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ محکوم اصحاب کے کلچر کو حاکم اقوام قبول نہیں کرتے بلکہ حاکموں کے کلچر کی اکثر باتیں محکوم اختیار کر لیتے ہیں۔"(۱۱)

تجارت کے اس سلسلے نے انگلستان کی مصنوعات اور وضع قطع و لباس کو بھی یہاں کے عوام سے متعارف کرایا۔ انگلستان کے لنکا شائر جس کے ابھرتے صنعتی شہروں مانچسٹر اور لور پول کی ہنر مندی اور صنعت نے ہندوستان میں اپنا سکہ بٹھانا شروع کر دیا تھا۔ لباس کے معاملے میں اس کے سوتی کپڑے نے تو ولایتی کپڑے کی مہر ہونے کے ناطے خواتین کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ انگریزوں کی وضع لباس، طرزِ خورد و نوش، بود و باش، ہوٹلنگ، آزادیٔ نسواں اور پردے کی قید سے آزادی، محافل و تقریبات میں مردوں سے میل جول، شراب نوشی، ڈانس پارٹی اور سٹیٹس سمبل کے طور پر انگریزی زبان کا استعمال۔ یہ تمام وہ عناصر تھے جس نے مفتوح و محکوم قوم کو مرعوبیت سے دوچار کیا۔

"یورپی نام۔ یورپ لباس۔ یورپی طعام۔ یورپی وضع و قطع مرغوبِ خاطر تھی۔ انگریزی گفتگو ایک خاص طغرائے امتیاز سمجھی جاتی تھی۔"(۱۲)

مغربی تہذیب کو ہندوستان میں یورپ کی صنعتی ترقی یا ایجادات نے مرعوبیت کے لبادے میں پروان چڑھایا۔ اس ضمن میں چھاپے خانے کے قیام اور ریل انجن کی تنصیب نے ایک طرف فاصلوں کو سمیٹ کر اپنی عمل داری کو یقینی بنایا تو دوسری طرف کتب، اخبارات و رسائل کے ذریعے اپنے نظریات اور اپنے کلچر کی ترویج کو آسان کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے رہنے والے مغربی تہذیب کی ان چکا چوند روشنیوں سے اپنی آنکھیں تازہ کر رہے تھے۔ تدریس تعلیم کے ضمن میں کئی پہلوؤں سے اصلاح کی طرف بھی توجہ کی گئی۔ مثلاً ہندو معاشرے کی بعض فضول اور غیر فطری رسموں سے چھٹکارا پایا گیا۔ عورت کی ذات کو انسانیت اور حقوقِ نسواں کے آئینے میں دیکھا جانے لگا۔ علوم و فنون کو جدید حقائق کی روشنی میں سمجھنے کا رواج پیدا ہونے لگا۔ لیکن ساتھ ہی مغربی تہذیب کی اندھا دھند تقلید نے بھی علما اور ادبا کو رجوع کرنے پر مجبور کر دیا۔ ادب میں ان تہذیبی اقدار کی تقلید کا عکس پیش ہونا ناگزیر تھا۔ تائید اور مخالفت کے دونوں رویوں کا عکس

اُردو ادب میں بھی ملتا ہے۔ کہیں سرسید اور ان کے رفقا تہذیب الاخلاق اور جدید تعلیم کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف اکبر مخالفت کا علم جہاد بلند کرتے دکھائی دیئے۔

> "اکبر نہ صرف جدید خیالات اور جدید تہذیب کی اشاعت کے شاکی ہیں بلکہ وہ قومی تہذیب و تعلیم کے زوال کے بھی نوحہ گر ہیں۔ وہ درستی اخلاق، احیائے علوم قدیمہ اور ان کی خرابیوں کے جو مشرقی شائستگی میں بیرونی اثرات سے داخل ہو گئیں ہیں، دور کرنے کے بڑے حامی ہیں۔"(۱۳)

ان محسوسات کے باوجود جدید تہذیب کے اثرات ہندوستانی معاشرے میں نفوذ کر رہے تھے۔"انگریزی لباس مقبول ہونے لگا۔ اعلیٰ طبقے میں دستر خوان کے ساتھ کرسی میز کا استعمال بھی بڑھنے لگا۔ دیوان خانے نئے نئے انداز سے سجنے لگے۔۔۔ اعلیٰ طبقہ خود کو انگریز جیسا بنانے کی کوشش میں ان کے طور اطوار اختیار کرنے لگا۔"(۱۴) یہی وجہ ہے کہ اردو افسانے میں بھی ان تہذیبی اثرات کا عکس نظر آیا۔ پریم چند کے افسانوں میں ابتدائی طور پر مغربی تہذیب کے عناصر دکھائی دیتے ہیں۔ پریم چند کے افسانوں میں برات، مس پدما، لعنت، دوسکھیاں، مزارِ اُلفت اور آخری تحفہ جیسے افسانے اس کی واضح مثالیں ہیں۔ ڈاکٹر شکیل احمد کی رائے میں:

> "پریم چند مغربی تہذیب کے مضر اثرات سے واقف تھے۔ ہندوستان کے گھرانوں کے مخصوص حالات میں وہ مغرب کی نقالی کو خودکشی کے فعل سے کمتر نہ سمجھتے تھے۔"(۱۵)

پریم چند کے علاوہ سلطان حیدر جوش اور سجاد حیدر یلدرم نے بھی تہذیب جدید کے اثرات کو پیش کیا۔ سلطان حیدر جوش مساوات، مرد یا عورت اور مسٹر ابلیس جیسی تخلیقات کے ساتھ مغربی تہذیب کی عکاسی میں سب سے توانا آواز دکھائی دیتے ہیں۔

> "جوش کے ابتدائی دور کے افسانوں میں بے پردگی، مساواتِ نسوانی اور مغربی طرزِ تمدن کے خلاف ضرورت سے زیادہ جوش ملتا ہے۔"(۱۶)

اسی طرح سجاد حیدر یلدرم نے افسانے کی ابتدا میں اپنی کہانیوں میں مشرق و مغرب کی تہذیب کا موازنہ پیش کیا ہے۔ صحبتِ ناجنس، حکایہ لیلیٰ و مجنوں اور حضرتِ دل کی سوانح عمری اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔

حوالہ جات

۱. باری علیگ، کمپنی کی حکومت، لاہور: طیب پبلشرز، اُردو بازار، ۲۰۰۶ء، ص۴۶، ۴۷

۲. محمد ذکی، مغربی تہذیب آغاز وانجام، علی گڑھ: لیتھو کلر پرنٹرز نزد اچل تال، ۱۹۷۱ء، ص۲۷

۳. اے ایم خالد، اقبال کا خصوصی مطالعہ، لاہور: علمی کتب خانہ، اُردو بازار، ۱۹۹۵ء، ص ۲۱۵

۴. ڈاکٹر مبارک علی، جہانگیر کا ہندوستان، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۵ء، ص ۵۰

۵. کارل مارکس، فریڈرک اینگلز۔ احمد سلیم (مترتب)، ہندوستان کا تاریخی خاکہ، لاہور: تخلیقات، نوید حفیظ پریس، ۲۰۰۷ء، ص۹۴

۶. ایضاً، ص۹۸

۷. ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، اُردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر، لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، ۱۹۹۸ء، ص ۸۰

۸. ممتاز حسین۔ ہمارا کلچر اور ادب (مشمولہ)۔ کلچر (تنقیدی مضامین)، اشتیاق احمد (مرتب)، لاہور: بیت الحکمت، ۲۰۰۷ء، ص ۵۲

۹. ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، اُردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر، لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، ۱۹۹۸ء، ص ۱۰۴، ۱۰۵

۱۰. ممتاز حسین، ہمارا کلچر اور ادب (مشمولہ) کلچر (تنقیدی مضامین)، اشتیاق احمد (مرتب) لاہور: بیت الحکمت، ۲۰۰۷ء، ص ۵۵

۱۱. محمد نصیر الدین ہاشمی، دکنی کلچر، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء، ص ۱۴۳

۱۲. رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اُردو، لاہور: ولی سنز پبلشرز، کرشن نگر، سن ندارد، ص ۵۲۱ء

۱۳. ایضاً، ص ۵۲۱ء

۱۴. ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخ ادبِ اُردو (جلد سوم)، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۲۰۰۸ء، ص ۲۷

۱۵. ڈاکٹر شکیل احمد، اُردو افسانوں میں سماجی مسائل کی عکاسی، گورکھپور: آفسٹ پریس، ۱۹۸۴ء، ص ۱۱۹ء

۱۶. ڈاکٹر انوار احمد، اُردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء، ص ۵۸